امام خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای کے سیاسی مشترکات

تالیف: مہدی باقر خان

گذشتہ صدی کے آخری ۵۰ سال، معاصر ایران کے تاریخ ساز، سیاسی تغیرات کے لئے یاد رکھے جائیں گے جس میں جہاں ایک طرف امام خمینی (رہ) کی مدبرانہ دور اندیشیوں اور ان کی انتھک کاوشوں نے اسلامی انقلاب کی داغ بیل ڈالی وہیں دوسری طرف آیت العظمی سید علی خامنہ ای کی دلیرانہ قیادت اور گرانقدر، خدمات کے سائے میں پروان چڑھنے والے اسلامی انقلاب نے تاریخ جمہوریت میں ایک نیا باب، وا کر دیا اور دنیا کو ایک ایسے نظام سے آشنا کرایا جو مکمل طور پر شہنشاہی آمریت سے پاک و مبرّا ہونے کے ساتھ ولایت و شریعت کے مضبوط ستونوں پر استوار ہے۔

سر دست ہم اسلامی انقلاب کے اوائل سے لے کر ایران کے موجودہ نظام تک کا ایک سرسری جائزہ ہی لیں گے جس سے بانی انقلاب اسلامی (امام خمینی (رہ) اور رہبر انقلاب اسلامی (آیت اللہ خامنہ ای) دونوں ہی کے طرز فکر، طریقہ کار اور کم و بیش لائحہ عمل کے مشابہ خد و خال ابھر کر سامنے آسکیں گے۔

گذشتہ ۵ دہائیوں پر اگر طائرانہ نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ امام خمینی نے روز اول سے معاشرہ میں کسی بھی مثبت تبدیلی اور انقلاب کے لئے علما و صالح افراد کو پیش پیش جانا ہے تاہم ان کے کردار کو سراہا ہے ۔آپ نے اسلامی انقلاب کی کامیابی سے قبل علما کے ذریعے شاہی نظام کی برائیوں سے سماج کو آگاہ کرنے کو بنیادی قدم قرار دیا ہے[۱]۔ جیسا کہ آپ نے ایران سے جلاوطنی کے دوران نجف سے حوزہ علمیہ قم کے اساتذہ کو لکھے گئے خط میں بھی علما کی علمی کاوشوں کے ساتھ ساتھ انکی سیاسی جانفشانیوں کی قدردانی بھی فرمائی[۲]۔ چنانچہ ہم آیت اللہ خامنہ ای کے یہاں بھی یہی مطمح نظر پاتے ہیں، اور اوائل انقلاب سے لے کر اب تک

۱۔ صحیفہ امام، ج ۲، ص ۵۳

۲۔ صحیفہ امام، ج ۲۱، ص ۶۸۵

اسی نصب العین پر پابند نظر آتے ہیں آپ نے گذشتہ سے پیوستہ سال علماء وطلاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ معاشرہ کی ہدایت اور اصلاح کی اصل ذمہ داری علما کی ہے اتنا ہی نہیں بلکہ انہوں نے فرمایا کہ سماج کی سیاسی رہنمائی بھی علما و صالحین کا فریضہ ہے[۱]۔

اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد امام خمینیؒ نے بیشتر ایسے افراد کو اہم ذمہ داریاں سونپی جو اپنے دور کے جید عالم اور صالح انسان تھے اور مختلف صوبوں، شہروں میں موجود انتظامیہ اور عدلیہ کے حساس شعبہ میں خدمات انجام دے سکتے تھے چنانچہ مجلس خبرگان جیسی غیر معمولی اہمیت کی حامل کمیٹی میں تقریباً آدھے لوگ دینی معاملات کے ماہرین تھے[۲]۔ بالکل وہی راہ و روش آیت اللہ خامنہ ای کے صدر جمہوریہ ہونے سے لے کر رہبریت کے عظیم مناصب پر فائز ہونے تک دکھائی دیتی ہے۔ شاید اسی لئے آپ نے بارہا ملک کی اہم ذمہ داریوں کے لئے علما پر اپنا اعتماد ظاہر کیا ہے۔

علاوہ ازیں، ایرانی طلاب کی یونین جسے انجمن اسلامی کے نام سے جانا جاتا ہے جو امام خمینیؒ کے پیرو ہونے کے سبب انقلاب رونما ہونے سے تقریباً ۱۵ سال قبل سے ہی شاہ کے دور کے اس گھٹن بھرے ماحول میں سرگرم عمل تھی۔ اس وقت امام خمینیؒ نے ان طلاب کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں انقلاب کے روشن مستقبل کی علامت جانا۔ اسی لئے ان طلاب کے ذریعے ۱۹۸۰ء میں تہران میں واقع امریکی سفارتخانہ کی تسخیر کو امام خمینیؒ نے شجاعت مندانہ اقدام قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا: اس کارنامہ کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے سبب آج وہ بت ٹوٹ گیا جسے دنیا بھر کی اقوام کے لئے تراشا گیا تھا[۳]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے بھی طلاب کی اس یونین یعنی انجمن اسلامی کی تشکیل اور اس کی تحریک کو انقلاب کے مخلصین کا ثمرہ قرار دیتے ہوئے ایسے طلاب کو امام خمینی کا سچا پیروکار اور ملت ایران کے شہامت عمل کا نمونہ قرار دیا ہے[۴]۔

علاوہ ازیں ایرانی معاشرہ کا روشن فکر اور دانشور طبقہ جس کا ملک کے علمی اور اکیڈمک ماحول پر بہر حال

۱۔ www.leader.ir

۲۔ www.jameemodarresin.org

۳۔ صحیفہ امام، ج ۱۳، ص ۳۰۶

۴۔ www.leader.ir

اثر پایا جاتا رہا ہے امام خمینی نے ہمیشہ انہیں قومی دھارے سے جڑے رہنے اور اسلامی تحریک کا حصہ بن کے زندگی گزارنے پر وادار کیا چنانچہ ان کے بعد آیت اللہ خامنہ ای کے یہاں بھی ہمیں اس قسم کی عملی اشتراکیت گرائی (Inclusive Policy) بدرجۂ اتم نظر آتی ہے جیسا کہ آپ نے بھی ہمیشہ ایرانی معاشرہ کے ہر طبقہ اور ہر فن کے افراد سے مسلسل اپنے تعاملات برقرار رکھے ہیں اور انہیں وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی نصائح سے نوازتے رہتے ہیں۔

امام خمینی نے ایسے تمام سیاسی و فکری رجحانات پر سخت تنقید کی اور انقلاب کی کامیابی کے بعد اس پر قدغن لگانے کا اعلان کیا جو کسی بھی آئیڈیل اسلامی معاشرہ اور نظام کے لئے نقصان دہ اور دشمنان اسلام کے لئے مفید تھے ٹھیک اسی طرح آیت اللہ خامنہ ای نے بھی حزب تودہ جیسی پارٹیوں کے لئے وہی موقف اختیار کیا اور اسے سویت یونین سے وابستہ ٹولی قرار دیتے ہوئے ۱۹۸۴ء میں کالعدم قرار دیا۔ امام خمینی نے مجاہدین خلق نامی منافقین کی اس پیشکش پر کہ وہ اپنے تمام تر مظالم اور دسیسہ کاریوں کے باوجود امام خمینی سے ملاقات و گفتگو کرنا چاہتے تھے، فرمایا تھا کہ تم اسلحہ رکھ دو اور دین اسلام کی طرف لوٹ آؤ میں ایک بار ہی نہیں دس بار تم لوگوں سے ملاقات کروں گا[1]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے بھی اس رجحان کو مارکسی رجحان قرار دیا جو کسی بھی قیمت پر ملت مسلمہ کے لئے مفید نہیں ہو سکتا[2]۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا اقتباسات میں ہم نے بعض ان سیاسی مشترکات کا ذکر کیا ہے جس کا تعلق ماقبل انقلاب سے ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کے رونما ہونے اور اسلامی جمہوریہ کی تشکیل و تعمیر کے بعد بھی یہ سلسلہ نہ صرف اسی آب و تاب سے جاری ہے بلکہ بسا اوقات ایسے واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ جہاں کسی بحرانی کیفیت کے راہ حل کی پیشکش آیت اللہ خامنہ ای کے ذریعے کی گئی تو امام خمینی نے اس کی تائید کی ہے جیسے ۱۹۸۳ء کے آس پاس خود آیت اللہ خامنہ ای جس سیاسی حزب سے متعلق تھے اس کے جنرل سکریٹری ہونے کے باوجود اس میں اندرونی طور پر نظریاتی تفریق ہو جاتی ہے جسے خود آیت اللہ خامنہ ای اور آقای رفسنجانی نے مشترکہ طور پر امام خمینی کو لکھے گئے ایک خط میں بیان کیا جس میں امام

۱۔ چشم انداز ایران، شمارہ ۱۵، ص ۷۷

۲۔ انتفاضہ شعبانیہ، تبرائیان، ص ۳۱۵، سال اشاعت ۲۰۱۳ء

خمینی کے سامنے یہ صورت حال رکھی گئی کہ ہماری جمہوری اسلامی نامی سیاسی پارٹی میں بعض وجوہات پر دو گروہ ہونے کا امکان ہے لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ پارٹی کو معطل کرتے ہوئے کالعدم قرار دے دیں چنانچہ امام خمینی نے تحریری طور پر اپنی موافقت کا اعلان کر دیا اور ۱/جون ۱۹۸۷ء کو یہ پارٹی پورے طور پر ختم کر دی گئی[۱]۔

۲/جون ۱۹۸۹ء امام خمینی کی رحلت کے بعد بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اسلامی انقلاب پر استوار ایرانی نظام میں کوئی فکری خلا واقع ہو جائے گا مگر آیت اللہ خامنہ ای نے پورے تزک و احتشام کے ساتھ اسی راہ و روش کو آگے بڑھایا اور عالمی سامراج کے خلاف وہی استقامت، ایمانی ہوشمندی اور قومی یکجہتی کے ساتھ امام خمینی کے نظریہ کو ایرانی نظام کے رگ و پے میں سمو دیا اور فرمایا:

"آج ہمارے ملک کی سعادتمندی اسی میں ہے کہ ہم امام خمینی کے بتائے ہوئے راستے پر آگے بڑھیں، ملت کے تمام عزائم اسی راستے پر چلنے سے پورے ہونگے"[۲]۔

امام خمینی نے جہاں ضد سامراج موقف کو حقیقی اسلام اور استعمار نواز اسلام کو امریکائی اسلام قرار دیا اور ان دونوں کے فکری رجحانات کی نشاندہی کی یہ کہہ کر کہ سیاست کو دین سے الگ کرنے کی کوشش، ذاتی رفاہ و آسائش کو معاشرہ کے مظلوموں پر ترجیح دینا، امریکی اسلام سکھاتا ہے جب کہ حقیقی اسلام یعنی دین محمدی، دنیا کے مستضعفین کے حق کے لئے سیاسی میدان میں اترنے کی ہمت اور استقامت عطا کرتا ہے[۳]۔

وہیں آیت اللہ خامنہ ای نے بھی اس سلسلے میں کم و بیش اسی تفکیک کا ذکر کیا ہے اور عہد حاضر میں اسلام کے رائج پہلوؤں کا ذکر کیا ہے جس میں ایک طرف محروموں کو نجات دلانے والا دین ہے تو دوسری طرف دنیا کی بڑی طاقتوں اور سرمایہ داروں کا دین ہے جو دراصل امریکی اسلام ہے[۴]۔

مذکورہ موارد سے قطع نظر اگر ہم اعتقادی تھیوری کے رخ سے دیکھیں تو بھی ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ دونوں ہی قائدین نے اپنے افکار میں اسلامی اقدار و معیار کی خصوصی جگہ رکھی ہے اور کسی بھی قیمت پر

۱۔ صحیفۂ نور، ج ۲۰، ص ۹۳
۲۔ بیانات رہبری اور دیدار با ستاد بر گزاری مراسم ارتحال امام
۳۔ صحیفہ، ج ۲۱، ص ۲۰۴
۴۔ روزنامہ جوان، ۲۷ ار دیبہشت ۱۳۹۳، ص ۲

اسلامی تشخص اور امتیاز پر آنچ نہیں آنے دی ہے اور جہاں امام خمینی نے اسلامی جمہوریہ کو ریفرنڈم کے ذریعے بہترین طرز حکومت کے طور پر پیش کیا وہیں آیت اللہ خامنہ ای نے بھی اسے زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر دنیا میں رائج لبرل ڈیموکریسی کے مقابل بہترین حکومتی نمونہ قرار دیا۔

اگر امام خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای کا فردی حیثیت سے جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ دونوں ہی قائدین کی سادہ زیستی ان کے درمیان اہم قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام خمینی سیاست کی تاریخ میں ان چنندہ رہبروں میں ہیں جو عالمی سطح پر قبول عام حاصل ہونے کے بعد بھی خود کو اپنے وصیت نامہ میں حقیر طالب علم کہتے ہوئے نظر آتے ہیں[۱]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے بھی اپنے سلسلے میں اپنے چاہنے والوں کی جانب سے اٹھنے والے چند نعروں سے متعلق فرمایا کہ فرد کے بجائے دین سے محبت کیجئے کیونکہ میری آبرو بھی اسی دین کی وجہ سے ہے۔

علاوہ ازیں، ایران مخالف، امریکی دسیسہ کاریاں جو کسی سے چھپی نہیں ہیں اور شاہ کا نظام بھی اسی کا مرہون منت تھا امام خمینی نے اسی وقت امریکہ کو ام الفساد اور شیطان بزرگ کا نام دیا تھا اور جب امریکہ نے اس زمانے میں اقتصادی پابندیوں کی دھمکیاں دی تھی تو امام خمینی نے فرمایا تھا:

"ہم محرم اور رمضان والے ہیں ہمیں اقتصادی محاصرہ سے نہ ڈراؤ"۔

آیت اللہ خامنہ ای نے بھی امریکی دھمکیوں کے جواب میں اپنے ایک بیانیہ میں کہا تھا:

"ہم ظلم کرنے والوں کے مقابل حسینی رویہ اختیار کرینگے"۔

امام خمینی نے اوائل انقلاب سے جن موضوعات پر خصوصی توجہ برتی ہے ان میں سے ایک اہم موضوع اسلامی اتحاد ہے۔ آپ نے ہی "لاشرقیہ لاغربیہ جمہوریہ اسلامیہ" کا نعرہ دیا، آپ نے ۱۲ ربیع الاول سے ۱۷ ربیع الاول کو ہفتہ وحدت کا نام دیا آپ نے اتحاد بین المسلمین کو اسلامی وقار اور قوت و طاقت کا سبب اور تشتّت، انتشار اور اختلاف کو مسلمانوں کی تضعیف اور ان کی کمزوری کی علت قرار دیا تاہم مختلف مواقع پر اس سلسلے میں بیانات جاری کرکے اس پر تاکید کی۔ آج ہم سبھی شاہد ہیں کہ آیت اللہ خامنہ ای کی رہبری میں ایران کے ہر سرکاری اور غیر سرکاری اسٹیج سے اتحاد و یکجہتی کی کس قدر کاوشیں ہو رہی ہیں یہاں تک کہ آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے ایک بیان میں فرمایا:

۱۔ صحیفہ نور، ج۲۱، ص۴۰۱

"مقدسات اہل سنت کی توہین حرام ہے"۔

یا اس کے علاوہ مسئلہ فلسطین اور بیت المقدس ہے جس کے لئے امام خمینی نے آواز بلند کرکے دنیائے اسلام کی توجہ کو اس طرف مبذول کرانا چاہا اور رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو روز قدس کا نام دیا آج تک آیت اللہ خامنہ ای کی سرپرستی میں دنیا بھر میں کروڑوں مسلمان اس پر عمل پیرا ہیں اور صیہونی طاقتوں کے لئے آیت اللہ خامنہ ای کی حکمت عملی دردسر بنی ہوئی ہے تاہم فلسطینی قوم کی مظلومیت و اسرائیلی مظالم پر گفتگو ان مسایل میں سے ہے جس پر امام خمینی (رہ) اور آیت اللہ خامنہ ای دونوں ہی قائدین نے بے حد زور دیا ہے اور دینا بھر کی اقوام و ملل سے اس سلسلے فکری یکجہتی اپنانے کی تاکید کی ہے اور بعض اسلامی ممالک کی اس حساس موضوع کے تئیں سرد مہری پر افسوس کا اظہار کرتے فرمایا ہے:

"کیا یہ اسلامی ممالک کے لئے شرم کی بات نہیں ہے کہ اسرائیل مسلسل وہاں فلسطینیوں کو ستاتا رہے اور دنیا بھر کے کروڑوں مسلمان محض تماشا بین بنے رہیں، کس بات سے ڈرتے ہیں یہ لوگ؟ اتنے کمزور و ناتواں کیوں ہیں؟[1] جب حج پر جائیں تو مسلمانوں کو بیدار کریں کہ آخر کروڑوں کی تعداد پر مشتمل عالم اسلام؛ دنیا کی دو طاقتوں کے دباو میں کیوں ہے؟"[2]

آیت اللہ خامنہ ای نے بھی اپنے ایک حج کے پیغام میں مسلمانوں کی آبرو اور وقار سے جڑے اس موضوع کو عصری اسلام اور دنیائے بشریت کا سب سے اہم موضوع قرار دیتے ہوئے حجاج بیت اللہ اور زایرین خانہ خدا سے اپیل کی ہے کہ مسلمان اس مسئلہ کے حل کے لئے سر جوڑ کے بیٹھیں؛ آپ فرماتے ہیں:

"آج کا سب سے اہم موضوع، مسئلہ فلسطین ہے جو گذشتہ نصف صدی کے دوران شاید دنیائے اسلام بلکہ عالم بشریت کے لئے سب سے اہم موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ بات ایک قوم کی آوارہ وطنی، مظلومیت اور انکے درد سے متعلق ہے؛ یہ ایک غاصب ملک کے ذریعے کیے گئے ظلم کی بات ہے۔ اسلامی ممالک کے دل میں پیدا ہونے والے سرطانی عنصر کی بات ہے جو اس مقام پر نشو ونما پا رہا ہے جو عالم اسلام کے مشرق و مغرب کا نقطہ

۱۔ صحیفہ نور، ج ۱۸، ص ۶۷

۲۔ ایضا، ۶۸

اتصال ہے۔ بات اس مسلسل ہونے والے ظلم کی ہے جس نے مظلوم فلسطینی قوم کی دو مسلمان نسل کو اپنی زیادتیوں کا نشانہ بنا رکھا ہے۔ آج جبکہ فلسطینی قوم کی خونچکا تحریک نے ان کی زمینوں میں دراندازی کرنے والے انسان نما بے رحم درندوں کو چیلینجز سے دوچار کرادیا ہے، دشمن نے مزید پیچیدہ ہتھکنڈے اپنا لئے ہیں چنانچہ جہان اسلام پر فرض ہے اس موضوع کو پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے لے اور اس سلسلے میں چارہ جوئی کرے۔"[۱]

امام خمینی (رہ) کی رو سے حج کا فلسفہ ہی یہ ہے کہ مظلوم مسلمانوں کی فریاد رسی کی جائے۔ امام خمینی کے بقول، طواف کعبہ؛ اغیار و اشرار سے دوری کا باعث ہونا چاہیے اور رجم عقبات، شیاطین اور سامراجی طاقتوں سے پہلو تہی کا سبب ہونا چاہئے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"آج ملت مسلمہ کا قبلہ اول، اسرائیل نامی ناسور کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ آج ہمارے فلسطینی بھائی خاک و خون میں غلطاں ہیں؛ آپ کو اللہ سے یہ عہد کرنا ہوگا کہ اسلامی مملکتوں سے دنیاوی سپر پاوروں کے تسلط و نفوذ کا خاتمہ کرینگے۔ آج دنیائے اسلام کے بعض ممالک، امریکہ کے زیر نگیں ہیں۔ آپ کو حج بیت اللہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے پیغام لے کر جانا چاہیے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی غلامی و بندگی نہیں کرینگے۔"[۲]

آیت اللہ خامنہ ای کے بیان کے مطابق، مسئلہ فلسطین کا حل سرطانی ناسور یعنی صہیونیت کا آپریشن ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"ہم مسئلہ فلسطین کا علاج ان نسخوں میں نہیں پاتے ہیں جو دنیا کی بڑی طاقتوں کے ذریعے لکھے جارہے ہیں، فلسطین کے زخموں کا علاج، صہیونی ناسور کو کاٹ کے پھینک دینا ہے اور یہ عین ممکن ہے، مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سلسلے میں حج کے موقع پر مل بیٹھ کر زبان و عمل کی یکرنگی کے ساتھ مضبوط لائحہ عمل تیار کریں؛ حاجیوں کا یہ اہم فریضہ ہے اگر اس پر عمل کیا گیا تو اسلام کے جسم پر موجود یہ زخم کاری، شفا پا جائیگا؛ خدا ہمارے ساتھ ہے

۱۔ پیام حج رہبری، ۱۶/جون ۱۹۹۱ء
۲۔ صحیفہ نور، ج ۹، ص ۲۲۴ء

انشا اللہ۔"[۱]

تاہم، آیت اللہ خامنہ ای کی رو سے غاصب صہیونی حکومت اسرائیل، ملت مسلمہ کے حال و مستقبل لئے بڑی تشویش کا موضوع ہے مسلمانوں پر لازم ہے اس سے متعلق ہمفکری کا مظاہرہ کریں چناچہ آپ فرماتے ہیں:

"آج صہیونی حکومت، دنیائے اسلام کے حال و مستقبل کے لئے خطرہ ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے اس کا علاج تلاش کریں اور اسکا علاج مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے وہ ان مسلمان مزاحمت کاروں کی صحیح معنی میں مدد کریں اور تحریک فلسطین کو قوی سے قوی تر بنائیں اور خطہ کے دیگر ممالک کو امریکہ کی خواہش کے مطابق اسرائیل کے ساتھ ساٹھ گانٹھ نہ کرنے دیں۔"[۲]

یہاں تک کہ حج کی سیاسی - عبادی معنویت اور اس کے فیوض و برکات سے متعلق امام خمینی کا جو نقطہ نظر تھا وہی مطمح نگاہ آیت اللہ خامنہ ای کا بھی ہے چنانچہ ہم ہر سال امام خمینی کی طرح آیت اللہ خامنہ ای کے ذریعے بھی پیام حج کے عنوان سے ایک نہایت بلیغ خطاب دیکھتے ہیں جو اسلامی معاشروں کے لئے اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسٹریٹجی اور سیاسی سوجھ بوجھ میں بھی دونوں قائدین کے یہاں غیر معمولی مشابہت و مماثلت ہے۔ چنانچہ سیاست میں للّٰہیت سے لے کر فرض شناسی، عوام الناس کی قدردانی، سیاسی بساط کو عوام کی آسان دسترس میں رکھنا، مخلصین پر اعتماد، قومی یکجہتی کا پاس و لحاظ اور اختلاف و انتشار سے پرہیز، اقتصاد کے لئے خام تیل کی درآمدات پر عدم انحصاری، ملک کے مستعد اور باصلاحیت افراد کو ترجیح دینا اور مستقل سائنس و ٹکنالوجی کے شعبہ میں ملک کی ترقی کے لئے چارہ اندیشی وہ عناصر ہیں جس میں امام خمینی سے لے کر آیت اللہ خامنہ ای تک شمّہ برابر بھی اختلاف نہیں ملے گا۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ آیت اللہ خامنہ ای نے تمام حکمت عملی اور اسٹریٹرجی میں امام خمینی کے ذریعے چھوڑے گئے نقوش کو ہی مزید پر رنگ کرنا چاہا ہے۔

۱۔ پیام حج رہبری، جولائی ۱۹۸۹ء

۲۔ پیام حج رہبری، ۱۶/جون ۱۹۹۱ء

دونوں بزرگ قائدین کے طرز فکر اور انداز بیان میں جو یکسانیت ہے وہ بھی قابل غور ہے جیسے امام خمینی نے ایک مقام پر عالمی سامراج کے دین اسلام کے خلاف محاذ آرائی کے سلسلے میں فرمایا تھا:

"اغیار کے جنایتکار ہاتھ اس کوشش میں تھے کہ مشرق کو بالخصوص اسلامی ممالک کو اپنے منافع کے لئے قبضہ میں رکھیں اور انہوں نے اس سلسلے میں ان ممالک میں اپنے پیروکاروں کے ذریعے تحقیقات کی تھیں اور اس نتیجہ پر پہونچے تھے کہ مسلمانوں کو قرآن سے متمسک نہ رہنے دیا جائے، یہ قرآن کریم کو اپنا سد باب جانتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان قرآن کریم سے منسلک ہو جائیں تو ان کی ہمت نہیں ہوگی۔ انہوں نے قرآن کریم اور اسلام کو لوگوں سے دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اقوام کو اسلام سے جدا کیا ہے"[۱]۔

"ان کی یہ کوشش ہے کہ علم دین حاصل کرنے والوں کو علوم اسلامی سے دور کر دیں اور اسلامی احکامات نذر طاق نسیاں ہو جائیں اور ہم مسلمانوں ہی کے ہاتھوں دین و دیانت داری کے نقوش مٹ جائیں اور ہمارے یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے جوان پوری طرح مغرب پر تکیہ کرلیں ہر چیز انہی سے لی جائے اور یہ بہت بڑا خطرہ ہے"[۲]۔

آیت اللہ خامنہ ای نیز اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

"سامراجی طاقتوں کے اسلام دشمنی پر مبنی، موقف کا بہت نزدیک سے جائزہ لیا گیا، آج استعماری طاقتیں جیسے امریکہ، برطانیہ اور ان کے بہی خواہ اس ظالمانہ دشمنی پر بہت بھاری رقم خرچ کر رہے ہیں اہم بات یہ ہے کہ ان کا یہ معاندانہ رویہ اسلام کے مقابل ان کے مراکز اور ان کے موقف کی کمزوری کی عکاسی کرتا ہے۔ اسلام کے ساتھ ان کا حاسدانہ برتاؤ چاہے ثقافتی لحاظ سے ہو یا سیاسی زور و زبردستی کے اعتبار سے اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے مقابل ان کے ضعف اور خوف کا غماز ہے"[۳]۔

اکثر خلیجی اور اسلامی ممالک بالخصوص مشرق وسطی میں واقع ایران اپنی جیو پولٹیکل، اسٹریٹجک پوزیشن

۱۔ صحیفہ نور، ج۵، ص ۱۷۲

۲۔ صحیفہ نور، ج ۲، ص ۲۰

۳۔ منشور تداوم انقلاب، پیام رہبر بہ مناسبت ایام حج، ۱۹۹۰ء

اور ذخائر اور معدنیات کے وفور کے سبب دنیا کی بڑی طاقتوں کی نظر میں ہمیشہ کھٹکتا رہا ہے۔ امام خمینی نے اس سلسلے میں فرمایا تھا چونکہ مشرق وسطی میں ذخائر زیادہ ہیں اور تیل کی پیداوار مشرقی ممالک جیسے کویت، حجاز، ایران وغیرہ میں زیادہ ہے اسی لئے اغیار نے اس پر آنکھیں گڑار کھی ہیں[۱]۔

ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ دنیا کی بڑی طاقتیں ہمارے ذخائر تک رسائی نہیں کر پا رہی ہیں اور ان کی غاصبانہ پالیسی ملت ایران کی بلند ہمتی اور ہماری مسلح افواج کی وجہ سے ناکارہ ہو چکی ہے لہٰذا وہ ہاتھ پیر مار رہے ہیں تاکہ کسی طرح اسلامی برادری میں پھوٹ ڈال کے ان پر جنگ مسلط کر دی جائے، اس طرح ان کا اپنا تسلط بھی برقرار رہے گا اور وہ اپنی سفاکانہ حرکتیں بھی جاری رکھ سکیں گے[۲]۔

آیت اللہ خامنہ ای نے ٹھیک اسی انداز میں ان کی دسیسہ کاریوں سے متعلق فرمایا:

"ایک بہت اہم مسئلہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک کے ذخائر اور ان کے سیاسی و اقتصادی حتی دفاعی محاذ پر شیطان بزرگ کا تسلط بڑھتا نظر آ رہا ہے یہ ظالم اور بالادستی کی بھوکی طاقت، سوویت یونین کا شیرازہ بکھیرنے کے بعد اس کوشش میں ہے کہ پوری دنیا بالخصوص زرخیز اسلامی خطوں میں اپنے اثر و رسوخ کو مزید بڑھائے اور جنگ سرد کے بجائے چوطرفہ یلغار کرنے کے فراق میں ہے۔ یہ شیطانی حکومت، فطری طور پر غیر انسانی قسم کے مسائل اور مشکلات سے دوچار ہے اور یہ اپنے مشکلات کو دنیا کے سر ڈالنا چاہتی ہے تاکہ حساس اور زرخیز خطوں پر اپنا تسلط قائم رکھ سکے"[۳]۔

امام خمینی نے جہاں اوائل انقلاب میں ملک کے روستائی اور دور افتادہ علاقوں کی ترقی کے لئے تحریک شروع کی اور انقلاب کے ثمرات کو عام آدمی تک پہونچاتے ہوئے بسیج نامی سماجی خدمتگاروں کی تنظیم تشکیل دی وہیں آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے وقت اور عالمی تقاضوں کے پیش نظر بین المذاہب گفتگو کے لئے عالمی فورم تشکیل دیا، قیام نماز کے لئے انجمن بنائی۔

امام خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای دونوں ہی نے تہذیبی اور ثقافتی امور پر غیر معمولی توجہ دی، امام خمینی

۱۔ صحیفہ نور، ج ۲، ۱۴۶

۲۔ صحیفہ نور، ج ۱۳، ص ۱۹۹

۳۔ پیام حج، ۱۶ جون، ۱۹۹۱ء

نے تہذیب کو کسی بھی ملک کی سعادت و بد بختی کی اساس جانا اور آیت اللہ خامنہ ای نے کلچر کو معاشرہ کے سانس لینے کی جگہ سے تعبیر کیا ہے اور ایسے لوگوں کی سخت سرزنش کی ہے جو اقتصاد وغیرہ جیسے معاملات کے آگے ملک کی تہذیب کو ثانوی درجہ کا موضوع گردانتے تھے۔

امام خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای کی فکری اور عملی مماثلتوں اور مشابہتوں سے متعلق بس اتنا سمجھ لیں کہ اگر آیت اللہ خامنہ ای نے فرمایا کہ یہ انقلاب، امام خمینی کے نام کے بغیر دنیا میں کہیں پہچانا نہیں جاسکتا تو وہیں امام خمینی نے کہا تھا کہ:

"آقای خامنہ ای میں قائد و پیشوا ہونے کی تمام استعداد اور استحقاق موجود ہے"۔

دونوں قائدین کے یہاں سیاسی مشترکات کے بہتات کو دیکھتے ہوئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ امام خمینی اور آیت اللہ خامنہ ای کی فکری اور عملی یکسانیت و یکرنگی؛ اسلامی انقلاب کی کامیابی سے لے کر اس نظام کے تشکیل اور اس کے استقلال و استحکام حاصل ہونے تک بنیادی عنصر کی طرح کارفرما رہا ہے۔ دونوں کا منشور ایک ہے۔ ایسا منشور کہ ایمان، آخرت باوری، عدم دنیاداری، خلق دوستی، شہادت پسندی، فداکاری، بہادری، تعقّل گرائی، عدم تشدد پسندی، سامراج کے خلاف بلند ہمتی، اخلاص، شرح صدر اور توکل علی اللہ جس کے اجزائے ترکیبیہ ہیں۔

اسلامی انقلاب کو اس کے تمام معنوی التزامات کے ساتھ ہر قسم کے وبال و گزند سے محفوظ رکھنے کی فکر کو دونوں ہی قائدین کے یہاں بڑے قدر مشترک کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ دونوں ہی نے انقلاب کے عظیم منارے سے قوم و معاشرہ کی رہنمائی کا کام کیا ہے اور اس سلسلے میں سطحی نگری سے پرہیز کرتے ہوئے سیاست کے عصری ماحول اور تقاضوں پر نہایت دقیق اور عمیق نظر رکھی ہے دونوں بزرگوں نے ارتقائی، پایدار اور مستحکم، حکمت عملی اپنائی اور اس دوران نشیب و فراز بھی آئے مگر انہوں نے اپنے عزم راسخ اور نیت خالص کے سبب ہر بحران پر قابو پایا اور وقت اور زمانے کے تقاضوں کے ساتھ نظریات کی جدیدکاری، صلابت رائے اور شجاعانہ سیاسی ہوشمندی کو ہمیشہ روا رکھتے ہوئے جمہوری حاکمیت کی ایک نئی تاریخ رقم کردی۔

منابع و مآخذ:

- صحیفہ امام؛ ج ۲، ۹، ۱۳، ۱۶، ۲۰، ۲۱، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، تہران، ۱۳۶۸ شمسی
- شرح اسم، زندگی نامہ آیت اللہ سید علی خامنہ ای (۱۳۱۸-۱۳۵۷)، ہدایت اللہ بہبودی، موسسہ مطالعات وپژوہش ہای سیاسی، چاپ اول، تہران ۱۳۹۱ شمسی
- چشم انداز ایران؛ شمارہ ۱۵؛ مرداد و شہریور، ۱۳۸۱ شمسی، تہران
- فصلنامہ اندیشہ تقریب، شمارہ ۸۷، تہران، ۱۳۹۷، شمسی
- روزنامہ جوان، ۲۷ اردیبہشت ۱۳۹۳ شمسی، تہران
- انتفاضہ شعبانیہ، تبرائیان، مرکز اسناد اسلامی تہران، ۲۰۱۳ء
- منشور تداوم انقلاب؛ پیام آیت اللہ خامنہ ای بہ مناسبت ایام حج، ۱۹۹۰ء
- بیانات رہبری اور دیدار باستاد بر گزاری مراسم ارتحال امام، ۱۹۹۷ء
- پیام آیت اللہ خامنہ ای بہ مناسبت ایام حج، ۱۶ جون، ۱۹۹۱ء
- پیام آیت اللہ خامنہ ای بہ مناسبت ایام حج، ۱۶/ جون ۱۹۹۱ء
- پیام آیت اللہ خامنہ ای بہ مناسبت ایام حج، جولائی ۱۹۸۹ء
- پیام آیت اللہ خامنہ ای بہ مناسبت ایام حج، ۱۶/ جون ۱۹۹۱ء
- www.leader.ir
- www.jameemodarresin.org